حضرت شاہ غلام علی مجددی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی مجالسِ طیبہ کے انوار

ملفوظاتِ شریفہ

جامع

حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری رحمۃ اللہ علیہ

مقدمہ و حواشی
محمد اقبال مجددی

ترجمہ ملفوظات
اقبال احمد فاروقی

مکتبۂ نبویہ گنج بخش روڈ ○ لاہور

حضرت شاہ غلام علی مجدّدی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی مجالسِ طیّبہ کے انوار

ملفوظاتِ شریفہ

جامع

حضرت مولانا غلام محی الدّین قصوری رحمۃ اللہ علیہ

مقدّمہ وحواشی
محمّد اقبال مجدّدی

ترجمۂ ملفوظات
اِقبال احمد فاروقی

حافظ عبید اللہ طاہری

مکتبۂ نبویّہ گنج بخش روڈ ◎ لاہور

نام کتاب ——— ملفوظاتِ شریفہ

حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

جامع ——— حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری رحمۃ اللہ علیہ

مقدمہ و حواشی ——— محمد اقبال مجددی

شعبۂ تاریخ گورنمنٹ شاہ حسین کالج۔ لاہور

اردو ترجمہ ——— اقبال احمد فاروقی

طبع اول ——— ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء

تقطیع ——— ۲۲×۱۸/۸ صفحات

طبع ——— المعارف پریس لاہور

قیمت ———

ناشر ——— مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ۔ لاہور

سکھوں نے جو حالات پیدا کر دیئے تھے ان سے لوگوں کے مصائب میں بڑا اضافہ ہو گیا تھا۔ یہ حقیقت بھی ماہرین تاریخ نے تسلیم کی ہے کہ وہ ایک کل ہند سیاسی نظام قائم کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے تھے۔[1]

حضرت شاہ عبدالعزیز نے انتہائی پریشانی کے عالم میں اپنے ایک خط میں لکھا تھا۔

ایام برد اتت فالقلب منزعج — من قوم سکھ وان الخوف معقول۔

سردیوں کا موسم آگیا اور دل پریشان ہے سکھ قوم سے۔ اور دل کا یہ اندیشہ مبنی بر حقیقت ہے۔[2]

۱۷۹۹ء تک پنجاب پر چھوٹے بڑے سرداروں کی حکمرانی رہی جن کا آپس میں کبھی اتحاد نہ ہو سکا خود لاہور میں رنجیت سنگھ کے حملہ سے پہلے متعدد سرداروں کی حکمرانی تھی جو الگ الگ خراج وصول کرتے تھے رعایا ان کے ظلم و ستم سے تنگ آ چکی تھی۔ ۱۷۹۹ء میں رنجیت سنگھ نے بڑھ کر لاہور پر قبضہ کر لیا۔ جس سے یہ فائدہ ہوا کہ لاہور بیک وقت متعدد سرداروں کی سرداری اور ظلم سے نجات پا گیا۔ یہاں قوت جمع کر کے رنجیت سنگھ نے سارے پنجاب کو زیر نگیں کرنا شروع کر دیا۔ بہت قلیل عرصہ میں اس کی حکمرانی پنجاب کے بڑے بڑے شہروں پر قائم ہو گئی جس سے سکھ طاقت اپنے پورے عروج پر آ گئی۔

اگرچہ رنجیت سنگھ کے عہدِ حکومت میں پنجاب میں امن و امان قائم ہو گیا۔ چونکہ سکھوں کو مسلم حکومت کی طرف سے کافی پریشانیاں اٹھانی پڑی تھیں اس لیے اب اس دورِ اقتدار میں انہوں نے دل کھول کر اس کا بدلہ لیا اور مسلمانوں کے آثار کی تباہی کے علاوہ مسلمانوں کی مذہبی آزادی پر کئی قسم کی پابندیاں عائد کر دیں۔ آذان کی متعدد مرتبہ بندش، مساجد کا اصطبلوں میں تبدیل ہونا، خود رنجیت سنگھ کا مسجد وزیر خان کے میناروں پر موراں طوائف کے ساتھ زنا کرنا اور پھر مسلمانوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لیے موراں سے ایک مسجد بنوانا۔ چند مسلم امرا کو دربار میں معزز عہدے دینا۔ کسی مسلم درگاہ کو سرکاری طور پر امداد مل جانا اس قسم کے واقعات سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرنا کہ مسلمان سکھ دور میں خوش حال تھے خام خیال ہے۔ کتابِ حاضر کے جامع کا مولد و منشا اسی پنجاب کا ایک معروف قصبہ قصور رہے۔ جس کی سیاسی و سماجی حالت اس دورِ زوال میں خاصی ابتر تھی۔ خصوصاً اورنگ زیب عالمگیر کی وفات کے بعد یہاں گورنروں اور نائبین کا مسلسل تبادلہ اور پھر حملہ آوروں کے عاملوں سے قصور کے عوام کی زندگی گذارنا دشوار ہو گیا تھا۔

---

[1] خلیق احمد نظامی: تاریخ مشائخ چشت ص ۳۱۹۔ [2] ایضاً ص ۳۱۹

حاکم قصور حسین خان بن سلطان احمد خویشگی نے ناظم لاہور عبد الصمد خان کو بہت پریشان کیا حضرت شاہ عنایت قادری نے اس کے عہد میں قصور سے لاہور ہجرت کی تھی۔ اس کے قتل کے بعد جیلے خان حاکم رہا ۱۷۴۵ء میں نواب زکریا خان کی وفات کے بعد جسا سنگھ نے قصور فتح کر لیا۔ احمد شاہ ابدالی کی ہندوستان سے واپسی کے بعد سکھوں نے پھر سر اٹھایا۔ جسا سنگھ نے سکھ مثلوں کی مدد سے قصور پر پھر حملہ کیا جس سے قصور کے چار ہزار افغان مارے گئے اور اس نے قصور کو نذرِ آتش کر دیا۔

اب قصور پر بھنگیوں کا قبضہ ہو گیا۔ سکھ گردی کی خبریں سن کر زمان شاہ نے ہندوستان کا قصد کیا جس سے بھنگیوں کی فوجیں روپوش ہو گئیں۔ اس سے فائدہ اٹھا کر ۱۲۱۱/۱۷۹۶ء میں نظام الدین خان نے قصور پر قبضہ کر لیا۔ لیکن زمان شاہ کے جاتے ہی پھر وہی ہوا جو احمد شاہ ابدالی کے بعد ہوا تھا۔ ۱۷۹۹ء میں رنجیت سنگھ نے لاہور پر قبضہ کر کے قصور پر کئی حملے کیے۔ آخر افغانوں کی خانہ جنگی کی وجہ سے وہ ۱۸۰۷ء میں قصور پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

قصور پر پہلی مرتبہ ۱۱ فروری ۱۸۴۶ء کو انگریزوں کا قبضہ ہوا[2]۔ اور اس کے بعد ۱۸۴۹ء میں الحاق پنجاب کا واقعہ پیش آیا۔

اسی انگریزی دور میں ۱۸۵۷ء کا ہنگامہ ہوا جس سے ہندوستان کے مسلمانوں کی رہی سہی بساط بھی لٹ گئی۔ سیاسی و مذہبی محفلیں سرد پڑ گئیں۔ مسجدیں مسمار اور خانقاہیں تباہ و برباد ہوئیں۔ مدرسوں میں کھیتی باڑی ہونے لگی۔ مسجد اکبر آبادی (دہلی) کا نشان تک باقی نہ رہا، مدرسہ رحیمیہ دہلی جہاں سے ولی اللّٰہی حکمت کا چشمہ اُبلا تھا اور جہاں سے شاہ عبد العزیز اور شاہ عبد القادر وغیرہم قرآن و حدیث کے درس دیتے تھے وہاں مدرسہ رائے بہادر لالہ کشن داس کا تختہ لگ گیا[3]۔ عوام کا تو حال ہی قابلِ دید نہیں بڑے بڑے بزرگ اور عالم دہلی جیسا مرکزی شہر چھوڑنے پر مجبور ہو گئے حضرت شاہ فخر الدین کی خانقاہ سونی پڑ گئی شاہ احمد سعید نے حرمین الشریفین کا رخ کیا اور حضرت شاہ غلام علی کی خانقاہ

۱؎ ابراہیم خان خویشگی : سیر ستان، مطبوعہ ملتان ۱۸۵۴ء ص ۱۳

۲؎ محمد لطیف : ہسٹری آف دی پنجاب ص ۵۲۲

۳؎ بشیر الدین احمد : واقعات دار الحکومت دہلی ۲/ ۱۶۷